© rasailojaraid.com

۱

ایک کھلا خط — اپنے نام!

اب تک ہم نے اخبارات کے مالکان اور صدر سی پی این ای کے نام کھلے خط لکھے، اس بار اپنے نام ایک کھلا خط لکھ کر صحافت کے سرخیل اور لشکرِ صحافت کے سپہ سالاروں کی توجہ ان قومی اور اخلاقی امور کی جانب مبذول کرانا چاہتے ہیں جو اس وقت ہماری نہیں بلکہ پوری اُمتِ مسلمہ کی زوال پذیری کا سبب بنے ہوئے ہیں! —— برائی اور فحاشی جب قلم اور قرطاس کے ذریعے پھیلتی ہے تو ہمارے سر شرم سے جھک جاتے ہیں اس لیے کہ صحافت کی "درگھٹی" تو ہم بھی کھاتے ہیں، اور ہم بھی بلحاظِ طبقہ ایسی صف میں شامل ہو جاتے ہیں جہاں بلیک میلنگ کرنے والے اور قلم کی عصمت کو بیچ کھانے والے دلّال دوش بدوش کھڑے ہیں۔ اور دو رنگی یہ ہے کہ شورش کاشمیری کا فقرہ بھی چیخ چیخ کر دوہراتے جا رہے ہیں کہ ہم قلم کی عصمت کو اپنی ماں بہن کی عصمت سے بڑھ کر سمجھتے ہیں —— اب آپ ہی بتایئے، اس حادثۂ وقت کو کیا نام دیا جائے؟

جنسی تسکین، فلیش، عریانی اور بے حیائی کی نمائندگی کرنے والے اخبارات وجرائد کو ہم نے "شوبز" اور "فلم آرٹ" کا نام دے دیا ہے۔ اور یہ سمجھنے لگ گئے ہیں کہ یہ ہمارا حق ہے، ہم جب بھی چاہیں اور جیسے چاہیں، کسی طوائف کی قابلِ اعتراض تصاویر، اس کے حالاتِ زندگی، اس کو درپیش قابلِ شرم حالات، اس کے کاروباری راز، اس کے عروج و زوال کی گھناؤنی داستانیں اور سیاہ کارنامے شائع کریں —— لیکن یہ کوئی نہیں سوچتا کہ بالآخر اس کا انجام کیا ہوگا؟

اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ لوگ اگر صاف ستھرے پرچوں میں پاکیزہ اور تعمیری لٹریچر پڑھنا بھی چاہتے ہیں تو انہیں اس کی بجائے طوائفوں اور کنجروں کے بارے میں پڑھنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔ آخر کیوں؟ روزناموں اور سیاسی و سماجی جریدوں کو اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قسم کے دھندہ کی ضرورت بھی کیا ہے ؟
آج ہر دانشور اور باشعور کے لیے یہ سوچنا ضروری ہے کہ اخبارات و جرائد میں سیاست کی طرح بازارِ حسن کیوں چھاتا جا رہا ہے ؟ طرفہ یہ کہ اس کی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے کوئی بھی تیار نہیں ——— بالکل اسی طرح جس طرح ٹرین کا حادثہ ہوتا ہے ——— انکوائریاں ہوتی ہیں، کانٹا بدلنے والے سے لے کر ڈرائیور، گارڈ، اور اسٹیشن ماسٹر سے لے کر وزیر ریلوے تک کوئی اس کا ذمہ دار نہیں بنتا ——— صاحبو! آخر کوئی تو ذمہ دار ہونا چاہیے، لیکن نہ کوئی ڈگری سے نکلتا ہے نہ وزارت سے ! ——— بعینہٖ صحافتی فحاشی اور اس صحافتی آلودگی کا کوئی تو ذمہ دار ہونا چاہیے۔ ہم نے جب اس سلسلے میں سروے کیا تو نتیجہ صفر نکلا۔ چیف ایڈیٹر یہ کہہ دیتے ہیں کہ بھائی ہم نے اپنے عملے کو فحاشی پھیلانے کا کوئی حکم نہیں دیا، ہمارا تو کوئی قصور نہیں ——— ریذیڈنٹ ایڈیٹر سے کہا، تو اس نے کہا کہ میں تو نظم و نسق چلاتا ہوں، میرا کوئی تعلق نہیں، پالیسی تو مالکوں کی ہوتی ہے! ———
نیوز ایڈیٹر سے رابطہ ہوا تو اس نے کہہ دیا کہ فحاشی ہم ایک، آٹھ صفحہ والے نہیں بلکہ اندر کے صفحات والے پھیلاتے ہیں ——— یہ ان کی صوابدید ہے کہ وہ صفحہ دو یا صفحہ چار یا پانچ پر کیا لگائیں، آخر وہ بھی تو تنخواہ لیتے ہیں، ان سے پوچھیں!
سب ایڈیٹروں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ہمیں صفحہ دو کو دلچسپ بنانے کا حکم دیا گیا ہے، اب فلمی ستاروں کے علاوہ کس ذریعے سے دلچسپی پیدا کریں ؟ جبکہ عوام مانگتے ہی یہ کچھ ہیں ——— نتیجہ یہ ہے کہ کوئی ذمہ دار ہے ہی نہیں ! تاہم سوال یہ ہے کہ کیا پوری قوم اسی طرح اخلاقی دیوالیہ پن کا شکار ہوتی رہے گی ؟ کیا اب اخبارات کو قائدانہ کردار ادا کرنے کی بجائے یہی مذکورہ رویہ اپنانا چاہیے ؟ ——— کل کو اگر قوم کے جیالے اور ڈسکو کے دیوانے اخبارات سے یہ مطالبہ کریں کہ انہیں صرف فلمی ہونا چاہیے تو کیا ان کا یہ مطالبہ مان لیا جائے گا ؟ ——— لگتا تو ایسے ہی ہے!! ——— وہ کہہ دیں گے کہ عوام کا مطالبہ ہے! ——— لیکن اس کے بعد اگر عوام ان سے ان کی ماؤں بہنوں کی تصویریں شائع کرنے کو کہہ دیں تو کیا ذمہ داران اپنی سرکولیشن بڑھانے کے لیے ایسا بھی کر لیں گے ؟ ——— سوچنا کیا ہے ؟ کرنا چاہیے ! ——— اس موڑ پر شاید کچھ دل گرفتگی کا سامان ہو جائے!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یاد رکھیے! بازارِ حسن سے باہر طوائفوں کی دلالی کرنے والوں، اور ان کی تصویریں شائع کر کے اپنا صحافتی کاروبار چمکانے والوں میں کوئی فرق نہیں ـــــ طوائفوں کو گھنگرو باندھنے والوں، اور انہیں معاشرے میں عصمت مآب بنانے نیز آئیڈیل بنا کر پیش کرنے والوں میں کوئی امتیاز نہیں، فرق صرف مقام اور حالات کا ہے۔ تاہم بے غیرتی کو جو نام بھی دیا جائے، وہ بے غیرتی ہی ہے ـــــ کنجروں کو فنکار، طوائفوں کو فلم سٹار، مراثیوں کو موسیقار، بھانڈوں کو گلوکار اور آرٹسٹ کہہ دینے سے اقدار نہیں بدل جائیں گی!

میگزین ایڈیٹر اور آرٹ ایڈیٹر جس دلجمعی سے یہ دھندا کر رہے ہیں، اسے فروغ دے رہے ہیں اور جس کاوش و محنت سے وہ بازارِ حسن کی رونقوں کو اپنے صفحات کی زینت بنا کر عوام کے سامنے پیش کر رہے ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ آج شریف گھرانوں کی بیٹیاں اس گندے کلچر سے متاثر ہو کر فلم سٹوڈیو کا رخ کر رہی ہیں اور پھر وہ گھر کا چراغ بننے کی بجائے شمع محفل بن جاتی ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ شمع کی لو تو پہلے دن ہی بجھ جاتی ہے، جب وہ اپنا قدم گھر کی دہلیز سے باہر رکھتی ہیں اور ان کی زندگی اندھیروں کی نذر ہو جاتی ہے!

ہمارا یہ خط پڑھ کر بہت سے دوستوں کو غصہ آئے گا، لیکن یہ دوست اگر ہمیں اس پورے معاملے کے ذمہ دار کا نام بتا دیں تو ہم شکر گزار رہوں گے۔

قوم کو تباہ کرنے والو، سوچو!

یہ قوم ہماری ہے، یہ نسل ہماری نسل ہے۔ ہم اگر سلولائیڈ کے ذریعے پھیلنے والی برائی کا تدارک نہیں کر سکتے تو کم از کم یہ کوشش تو کریں کہ نہ صرف یہ کہ کاغذ و قلم کے ذریعے برائی نہ پھیلے بلکہ اس کے سامنے بند باندھا جائے۔ یوں اس طوفانِ بدتمیزی میں کچھ تو کمی آئے گی!!

قرآنِ مجید میں ہے:

"وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ"

(المائدۃ: ۲)

"نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں تعاون کرو، اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں تعاون نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو، وہ بہت سخت عذاب دینے والا ہے۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چنانچہ اگر آپ کے قلم، آپ کے منصب اور آپ کے اختیارات کے ذریعے معاشرے میں اچھے کام فروغ پائیں گے تو یقیناً آپ اس نیکی میں شریک ہیں۔ اس کے برعکس اگر آپ کے ذریعے معاشرے میں برائی پھیلے، گناہ کو فروغ ملے تو آپ اس میں بھی برابر کے حصہ دار ہیں۔ سوچنے کی بات ہے، جب ہم نے تنخواہ کام ہی کی لینی ہے تو اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کیوں کریں؟ اس کی بجائے ایسی خبریں، ایسی تحریریں اور واقعات کیوں نہ شائع کریں جو ہماری نجات کا ذریعہ بنیں؟ یقیناً ایک صحافی کے نامۂ اعمال کا بیشتر حصہ اس کی صحافتی زندگی اور اس کے قلم کی کارگزاری سے متعلق ہوگا۔

فحاشی وقت کا بہت بڑا چیلنج ہے، اخبارات و جرائد کو اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہے۔ ایڈیٹر ریت کی بوری کے پیچھے بیٹھے ہوئے سپاہی کی طرح ہے، جو خود ظاہر نہیں ہوتا، لیکن اس کی کارگزاری بہر حال مؤثر ثابت ہوتی ہے! ——— آج ہی فیصلہ کر لیجیے کہ فحش خبریں، واقعات اور تصاویر قطعاً شائع نہیں کریں گے۔ اگر ہر صحافی اپنا اخبار اپنی ماں، بہن اور بیٹی کو دکھا کر ان کے تاثرات پوچھے، تب بھی بات بن سکتی ہے، وہی بتا دیں گی کہ بیٹے بھائی اور باپ نے صحافت کو کس قدر باوقار بنا دیا ہے؟ ہاں اگر آپ اپنا اخبار اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں اور نوخیز بچوں اور بچیوں کو فحش خبروں کے متعلق الفاظ کی تشریح کر کے بتا سکتے ہیں تو پھر کام یونہی چلنے دیں ——— اللہ وارث ہے!

وگرنہ تبدیلی لانے کے ذمہ دار آپ بھی ہیں ——— آپ جہاں بھی ہیں، جیسے بھی ہیں، اچھائی کے لیے اپنا ہاتھ، اپنی زبان اور اپنا قلم استعمال کیجیے اور یہی وقت کا تقاضا ہے۔

والسلام!

اکرام الحق جاوید

صدر اسلامک یونین جرنلسٹس پاکستان

© rasailojaraid.com